سرسید احمد اور دیوبند

گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہاے سینہ را

از مولانا حکیم فضل الرحمٰن صاحب سواتی ثم مدراسی

میری عمر کم و بیش ۱۴ برس کی تھی میرے استاد جو میرے والد بزرگوار کے شاگرد بھی تھے میں ان سے شرح جامی پڑھ رہا تھا کہ ان کو ایک خط موضع چارسدہ ضلع پشاور سے ان کے استاد ملا دوست محمد خاں قندھاری کے پاس سے ملا کہ فوراً چلے آؤ، جمعہ کے روز یہاں ایک عظیم الشان فاتحہ خوانی ہے اس میں آپ کی شرکت ضروری ہے خط دیکھتے ہی آپ جانے کے لیے آمادہ ہو گئے، میں بھی ساتھ ہو گیا دوسرے روز صبح آٹھ بجے چارسدہ پہونچے یہاں جامع مسجد میں جا کر دیکھا۔ لوگ بہت بڑی تعداد میں تلاوتِ قرآن میں مشغول تھے ہم بھی تلاوت کرنے لگے ——— ملا دوست محمد خاں صاحب نے کہا کہ علی گڈھ کے سرسید احمد خاں صاحب کا انتقال ہو چکا ہے یہ قرآن خوانی ان کے حق میں ہے۔ ایک صاحب نے کہا " وہ تو نیچری تھے وہ ایسی فاتحہ خوانی کے قایل نہ تھے پھر ان کے حق میں یہ فاتحہ خوانی کیوں کی جاتی ہے، ملا دوست محمد خاں نے کہا کہ ہم بھی پہلے ان کو نیچری ہی سمجھتے تھے۔ دار العلوم دیوبند جب قائم ہوا تو میں اس میں داخل ہوا اور تعلیم پانے لگا۔ دار العلوم کے جملہ اساتذہ اور طلبا سرسید احمد خاں کو بہت بُرا بھلا کہتے تھے کہ وہ اسلام کے حامی نہیں ہیں بلکہ حکومتِ برطانیہ کے حامی اور ثنا خواں ہیں اور یہ بھی سنتا تھا کہ علی گڈھ والے دیوبند والوں کو بُرا بھلا کہتے ہیں۔ اس لیے میرے دل میں سرسید احمد خاں صاحب سے سخت نفرت پیدا ہو گئی، آٹھ سال تو یونہی گذر گئے، جب میں فارغ التحصیل ہو گیا تو ایک دن سرسید کی تفسیرِ قرآن میری نظر سے

گندی جس نے علمائے دیوبند کو بہت برافروختہ کر رکھا تھا۔ ایک دن میں نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ سے عرض کیا کہ اس تفسیر میں وہ کون سے مقامات ہیں جو اسلام کے خلاف ہیں؟ انھوں نے اُن مقامات کو دکھایا تو میرے دل میں سرسید کے خلاف سخت نفرت پیدا ہوگئی۔ کیوں کہ اس تفسیر میں جن شیاطین اور ملائکہ کا انکار تھا۔ میں سخت طیش میں آگیا اور تفسیر کو بغل میں رکھ اور بڑی مضبوط لکڑی ہاتھ میں لے سرسید کا سر پھوڑنے کی غرض سے علی گڈھ روانہ ہوگیا۔ علی گڈھ پہونچ کر کالج پہونچا اور پوچھا کہ سرسید احمد کہاں ہیں؟ کسی نے کہا کہ سامنے جو کمرہ دکھائی دیتا ہے وہ اُس میں بیٹھے ہیں، میں جب اُس کمرے میں داخل ہوا تو دیکھا کہ ایک بزرگ بیٹھے ہوئے ہیں گھنی اور لمبی ڈاڑھی چہرہ خوبصورت اور بارعب شیروانی اور پاجامہ زیب تن ہے۔ میں نے السلام علیکم کہا اور پوچھا کہ سرسید احمد کہاں ہیں، میں اُن سے ملنے آیا ہوں، انھوں نے کہا کہ ان سے آپ کا کیا کام ہے اور آپ کہاں سے آئے ہیں، میں نے کہا "دیوبند سے آیا ہوں اور یہ تفسیر جو اُن کی تصنیف ہے اس کے متعلق ان سے گفتگو کرنی ہے" انھوں نے کہا "آپ تشریف رکھیے" اور ادھر چپراسی سے کہا کہ ٹھنڈا شربت بنا کر انھیں پلادو" چپراسی نے فوراً تعمیل کی، گرمی کے دن تھے اس لیے ٹھنڈا شربت پیتے ہی میرا جوش فرو ہوگیا اور دل میں جو خیال تھا کہ سرسید کا سر پھوڑ دوں گا تو وہ خیال دل سے جاتا رہا اب صرف گفتگو کا خیال باقی رہا۔ اتنے میں ایک نوجوان جو کوٹ پتلون میں ملبوس تھا سرسید نے اس سے کہا کہ دیکھو یہ صاحب دیوبند سے آئے ہیں نسلاً تو افغان معلوم ہوتے ہیں لیکن دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل ہیں، جب سے ہمارا کالج قائم ہوا ہے دیوبند کا کوئی عالم یا فارغ التحصیل یہاں نہیں آیا ہے یہ پہلا اتفاق ہے جو ملا صاحب تشریف لائے ہیں" یہ سنتے ہی وہ نوجوان مجھ سے بڑی محبت سے پیش آیا اور میری دست بوسی کی، اس کے بعد سرسید نے مجھ سے کہا کہ اس نوجوان کو کچھ نصیحت کیجیے یہ کالج میں انگریزی کی تعلیم پا رہا ہے علومِ دینیہ سے واقف نہیں، میں نے کہا میں کوئی مقرر نہیں ہوں، میں دارالعلوم میں آٹھ سال تعلیم پا کر اب فارغ التحصیل ہوا ہوں سند پا کر وطن جانے کے ارادے میں تھا کہ یہاں آگیا' انھوں نے فرمایا کہ تقریر کی کوئی ضرورت نہیں ہے آج کی رات شبِ معراج ہے' معراج کے بارے میں کچھ کہیئے۔ اس پر میں نے وہ طویل حدیث بیان کرنا شروع کردی جو کتبِ احادیث میں ہے، میں نے کہا رات کے وقت حضرت جبرئیلؑ براق لے کر آئے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر سوار کرادیا اور ایک لحظہ میں بیت المقدس پہونچے وہاں تمام انبیاء علیہم السلام

جمع تھے آپ نے امامت کی پھر اوپر آسمانوں کی طرف پرواز کی، جب سدرۃ المنتہیٰ پہونچے تو حضرت جبرئیلؑ یہاں رہ گئے اور اللہ تعالیٰ نے اُن کو اپنے پاس بلالیا اور اپنے آپ کو انھیں دکھا دیا اور تمام امورِ شرعیہ سے آگاہ کر دیا' وہ نوجوان یہ تمام باتیں سن کر بہت برافروختہ ہوا اور بولا "ہم تو یہ سمجھے ہوئے تھے کہ عیسوی اور یہودی مذہب میں ہی خلافِ عقل باتیں ہوتی ہیں اسلام میں ایسی باتیں جو خلافِ عقل ہوں نہیں ہوتیں، یہ سن کر مجھے اس نوجوان پر بہت غصہ آیا۔ لیکن سرسید کا رعب مجھ پر ایسا طاری تھا کہ میں کچھ نہ بولا' اب سرسید نے مجھ سے کہا کہ آپ کے پاس جو تفسیر ہے اسے کھول کر دیکھیے، آیت معراج کے تحت اس میں کیا لکھا ہے؟ اس تفسیر کو غور سے دیکھیے اور اس نوجوان کو بھی سنا دیجئے، چنانچہ میں نے اسے دیکھا اس میں درج تھا کہ معراج جسمانی نہ تھی بلکہ روحانی تھی اور یہ روایت حضرت عائشہؓ اور بعض دوسرے صحابہ سے مروی بتائی گئی تھی' یہ سُن کر نوجوان آمنا وصدقنا پکارنے لگا۔ اب سرسید نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا' ملا جی! یہ کتاب میں نے ان طلباء کے واسطے لکھی ہے جو انگریزی کی تعلیم پا رہے ہیں مذہب کی کوئی بات خلافِ عقل ہو تو یہ تسلیم نہیں کرتے، آپ نے جو حدیث سنائی' اس کے حرف حرف پر میرا عقیدہ ہے" اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ" بالکل صحیح ہے ملائک جو آسمانوں پر ہیں' ایک لحظہ میں زمین پر اُتر جاتے ہیں اور ہمارے رسولِ پاک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم چند منٹوں میں سدرہ المنتہیٰ تک پہونچ گئے اور اور اپنے محبوبِ پاک سے ملاقی ہوئے پھر جنت اور دوزخ کا بھی اچھی طرح معائنہ کیا یہ سب باتیں ایسی ہیں جن پر میرا ایمان اور یقین کامل ہے۔ میں علمائے دیوبند کو ورثۃ الانبیا کہتا ہوں' ان سے کہئے کہ وہ مجھے اپنا بھائی خیال کریں انما المومنون اخوۃ " یہ کالج میں نے اس لیے قائم کیا ہے کہ حکومت مسلمانوں پر نظرِ عنایت مبذول رکھے اور انھیں دشمن نہ سمجھے، ہندو بھائیوں نے تو حکومت میں اچھا اقتدار حاصل کیا ہے' اب اگر ہم حکومت کا اعتماد حاصل نہ کریں گے تو حکومت میں کوئی جگہ نہ ملے گی' میں اور کالج کے اساتذہ اور طلباء مذہب سے روگرداں نہیں ہیں جب کالج قائم ہوا تھا تو اُس وقت میں نے جو تقریر کی تھی اس میں یہ الفاظ تھے کہ کالج کے طلباء کے سر پر قرآن ہوگا اور سیدھے ہاتھ میں احادیث ہوں گی اور بائیں ہاتھ میں دُنیوی علوم کی کتابیں۔ آپ علمائے دیوبند سے پوچھیے کہ میری تفسیر میں کیا کوئی ایسی بات ہے جو شیخ ابوعلی سینا کی کتابوں میں موجود نہ ہو' شیخ ابوعلی سینا کی تصانیف تو دارالعلوم کے نصابِ تعلیم میں داخل ہیں اور مجھے ناحق ملحد کہتے ہیں' یہ سُنتے ہی میں سرسید احمد خان سے بغلگیر ہو گیا۔

اور صاف الفاظ میں کہا کہ آپ اپنی بات پر قائم رہیے میں علمائے دیوبند کو آپ کے خیالات سے اچھی طرح سے آگاہ کر دوں گا اور وہ لکڑی جو اُن کا سر پھوڑنے کے لیے میرے ہاتھ میں تھی اسے ٹکڑے ٹکڑے کرکے باہر پھینک دیا۔ اور ریلوے اسٹیشن روانہ ہوا وہاں پہنچ کر عالی جناب سرسید احمد خان کی جانب سے ایک آدمی نے آکر دیوبند کا ٹکٹ لے کر مجھے دیا اور میری جیب میں پانچ عدد اشرفیاں ڈال کر چل دیے اور کہا کہ یہ اشرفیاں دیوبند سے افغانستان جانے کا خرچہ ہے، میں جب دیوبند آیا تو علماء سے سارا واقعہ بیان کیا اور کہا کہ سرسید احمد خان تو علمائے دیوبند کی بڑی عزت کرتے ہیں اور آپ لوگوں کو ورثۃ الانبیاء کہتے ہیں۔ اس واقعہ کے بعد علمائے دیوبند کو علی گڈھ والوں سے جو نفرت تھی اس میں بہت فرق آگیا۔ پھر میں دیوبند سے پشاور آیا اور چارسدّہ میں مقیم ہوں اور ضلع پشاور اور کوہاٹ اور بنوں میں جو طلبا انگریزی تعلیم پا رہے ہیں ان کو علی گڈھ تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے بھیجتا ہوں جو طلبا میرا نام علی گڈھ میں سرسید احمد خان کے سامنے لیتے ہیں کہ اُن کے ذریعہ سے ہم تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے یہاں آئے ہیں تو ان کے ساتھ خاص رعایت کی جاتی تھی۔

بُرہان کے پُرانے پرچے درکار ہیں

دفتر کو مندرجہ ذیل شماروں کی فائل مکمل کرنے کے لئے ضرورت ہے۔ مرحمت فرماکر ممنون فرمائیں :-

فروری ۱۹۴۱ء جولائی ۱۹۴۱ء اگست ۱۹۴۱ء مارچ ۱۹۴۴ء جون ۱۹۶۵ء جولائی ۱۹۶۶ء

نیز جو حضرات پرانے پرچے الگ کر دینا چاہتے ہوں اُن سے درخواست ہے کہ دفتر کو مطلع فرمادیں اور پرچوں کی جلد و شمارہ نمبر کا حوالہ بھی دیدیں، ضرورت کے پرچوں کے عوض ہم خریداروں کی مدت میں توسیع کر دیں گے، اعزازی اور تبادلہ کے طور پر جن حضرات کی خدمت میں برہان پہونچتا ہے وہ حضرات اگر فائل تیار کرکے رکھنے کے عادی نہ ہوں تو ایسے حضرات سے ہم بجا طور پر توقع کریں گے کہ وہ ادارہ کی لائبریری کو موجود رسائل مفت پیش فرمادیں، ادارہ اُن کی پیش کش کو شکریہ کے ساتھ قبول کرے گا۔ ایجنٹ حضرات سے بھی ہم گذارش کریں گے کہ اگر وہ اپنے حلقۂ اشاعت میں جولائی ۱۹۶۶ء کے رسائل واپس حاصل کرکے مرحمت فرمادیں تو ہم اُن کے عوض تازہ بُرھان مفت پیش کر دیں گے، مصارف واپسی ادارہ ادا کرے گا۔

نیازمند :- محمد ظفر احمد خاں مینجر بُرہان دہلی ۶